© rasailojaraid.com

اشارات

کیا حکومت کا حالیہ فوجی آپریشن' سندھ میں امن و امان قائم کر سکے گا؟
آج ہر سوچنے سمجھنے والے پاکستانی کے ذہن پر' جسے اس ملک کی سلامتی اور مستقبل کسی درجہ میں بھی عزیز ہے' سب سے بڑھ کر یہی سوال چھایا ہوا ہے۔ حکومت اور فوج کے سربراہوں اور اعلیٰ ترین ذمہ داروں کی طرف سے "اعتماد و یقین" سے بھرپور بیانات کے باوجود' عام آدمی بے یقینی اور مایوسی کی دلدل سے نکل نہیں پا رہا' بلکہ اور دھنستا چلا جا رہا ہے۔ اس کے ذہن میں ہزاروں خوف اور اندیشے کلبلا رہے ہیں۔ اس کو ڈر ہے کہ سندھ کا امن و امان تو تباہ ہوا ہی تھا' اب کہیں پورا ملک ہی داؤ پر نہ لگ جائے۔ سنگین آپریشن اگر ناکام ہو جائے ——— سرجن کی نااہلی یا غلطی ہو' یا اس کے رفقائے کار کی' یا پوسٹ (مابعد) آپریشن نگہداشت اور خبر گیری کرنے والے اسٹاف کی' یا ان کا عدم تعاون ہو' تیاریوں میں نقائص ہوں یا آپریشن کے طریقِ کار میں' ماحول میں آلودگی ہو' مریض کی طرف سے مزاحمت ہو' انتظامیہ رخنے ڈالے ——— وجہ کچھ بھی ہو' نتائج سنگین ہی ہوں گے۔ مرض لا علاج بن سکتا ہے' مریض ہمیشہ کے لیے درد و کرب کا شکار ہو سکتا ہے' وہ ہلاکت کے منہ میں بھی جا سکتا ہے۔

سندھ میں فوجی آپریشن کس طرح کیا جائے گا' اس کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا' پاکستان کا کیا بنے گا؟ ان سوالات کے صحیح جوابات دینے کا دعویٰ تو کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن اس فوجی آپریشن کے نتیجہ میں' جو کچھ اور جیسا کچھ ہونا ممکن ہے اور ہوتا نظر آ رہا ہے' جو ناخوشگوار اور نقصان دہ نتائج رونما ہونے کے امکانات ہیں' ان کا اندازہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ انہی نتائج سے پوری طرح آگاہ ہونا ضروری ہے' حکمرانوں کو بھی' اور فوجی کمانڈروں کو بھی۔ بدقسمتی سے فوجی کمانڈر اکثر ایک وہ اہم سبق نظر انداز کر دیتے ہیں جو ان کو پیشہ ورانہ تربیت کے دوران بڑے اہتمام سے سکھایا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ "دنیا میں' سب سے بڑھ کر' جنگ میں یہ صورتِ حال پیش آتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے وہ توقع کے برخلاف ہوا کرتا ہے' اور دُور سے چیزیں جیسی کچھ دکھائی دیتی ہیں قریب پہنچ کر اس سے بہت مختلف نکلتی ہیں"۔

اس بات پر اب تقریباً سب ہی متفق ہیں کہ سندھ میں امن و امان کی صورتِ حال خطرناک حد تک بگڑ چکی ہے۔ اس سے انکار بھی مشکل ہے کہ صوبائی حکومت اور انتظامیہ امن و امان قائم کرنے اور رکھنے میں اس حد تک ناکام ہو چکے ہیں' یا اس کے بگاڑ میں اس حد تک شریک ہیں' کہ حالات بہتر بنانے کے لیے بالاتر اداروں کی طرف سے غیر معمولی' اور موثر اقدامات ناگزیر ہیں۔ اگرچہ صدرِ پاکستان عرصے سے "سب ٹھیک ہے" کا مژدہ سناتے رہے ہیں اور وزیراعظم حالات بہتر ہونے کی رپورٹ دیتے رہے ہیں' اور دونوں جام صادق کو خراجِ تحسین بھی پیش کرتے رہے ہیں' مگر دفعہ ۲۴۷ کے تحت امن و امان قائم کرنے کی ذمہ داری فوج کے سپرد کرنے کے اقدام نے ان دعوؤں کا پول کھول دیا ہے' اور ثابت کر دیا ہے کہ "سب ٹھیک نہیں ہے۔"

امن و امان کے غیر معمولی بگاڑ اور سول انتظامیہ کی ناکامی کی صورت میں غیر معمولی اقدامات کے لیے فوج کی طرف نظر اٹھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ حالات کی سنگینی کا احساس سب کو ہے' اور فوج کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا' اس لیے اس کارروائی کی' سوائے ایم کیو ایم کے' کسی قابلِ ذکر سیاسی قوت نے کلیتاً" مخالفت نہیں کی ہے۔ بلکہ' بشمول پیپلزپارٹی' تقریباً سب نے' مختلف شرائط کے ساتھ' اس کی مخالفت سے احتراز کیا ہے۔ یہ شرائط بھی سیاسی مفادات کے بجائے معقولیت پر مبنی ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپریشن جانبداری سے پاک اور منصفانہ ہو' حکیمانہ اور موثر ہو' بلا رو رعایت سب مجرموں کو پکڑا جائے خواہ وہ کتنے ہی بااثر ہوں اور ان کے خلاف کارروائی کی کتنی ہی سیاسی قیمت ادا کرنا پڑے' اور صرف مجرموں ہی کو پکڑا جائے نہ کہ سیاسی مخالفین کو۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ تنہا فوجی آپریشن مسائل کا حل نہیں ہے' نہ وہ کامیاب ہوگا' جب تک اس کے ساتھ ایک وسیع سیاسی' انتظامی' معاشی' تعلیمی اقدامات کا پیکج بھی نافذ نہ کیا جائے' اور قوم کو اور سیاسی قیادت کو' بلا امتیاز احزاب اقتدار و اختلاف' اعتماد میں نہ لیا جائے۔ لیکن قوی اندیشہ یہ ہے کہ یہ شرائط پوری نہ ہوں گی' اور نتیجتہً" ملک اور فوج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

حکومت اور فوج دونوں اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ لاہور' مشرقی پاکستان' بلوچستان اور خود سندھ میں' سابقہ فوجی کارروائیوں کے مقابلے میں' یہ پاکستان میں پہلی فوجی کارروائی ہے جس کی اب تک کوئی غیر مشروط مخالفت نہیں ہوئی ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ نہ اس اثاثے کی قدر و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیمت کا احساس ہے' نہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی مناسب اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ بلکہ الٹا ناعاقبت اندیشانہ طرزِ عمل' بیانات اور کارروائیوں سے اس قیمتی اساس کو' جو آپریشن کی کامیابی میں کلیدی رول ادا کر سکتی تھی' بڑی بے دردی سے ضائع کیا جا رہا ہے۔ نہ فیصلہ کرنے میں ان کو شریک کیا گیا جو تعاون کر سکتے تھے' اور جن کا تعاون کامیابی کے لیے ضروری تھا' نہ فیصلہ کرنے کے بعد ان کو باخبر کیا گیا' نہ ان سے ربط رکھا جا رہا ہے' نہ اندیشے دور کرنے کی فکر ہے' نہ تعاون حاصل کرنے کی کوئی کوشش۔ وہی دشنام طرازی اور الزام بازی ہے جو اب وزیراعظم اور ان کے رفقا کا ٹریڈ مارک بن چکی ہے۔ ادھر جب مشورے کی بات کی گئی تو صدر صاحب تک پھٹ پڑے۔ "لوگ تو چاہتے ہیں کہ سانس بھی لیں تو پوچھ کر لیں۔" ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ کیا سندھ میں عام آبادی کے درمیان ایک طویل مدت پر محیط فوجی کارروائی "سانس بھی لیں" کے مترادف ہے؟

پاکستان میں ویسے بھی "معمول کے حالات" نہیں ہیں۔ اور سیاسی طرزِ عمل تو آپریشن کی کامیابی کے لیے ہرگز خوش آئند نہیں۔ لیکن آپریشن کے بارے میں جو خطرات اور خدشات ہیں' ان کی نوعیت اس طرزِ عمل سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ضمن میں چند اہم باتیں فیصلہ کرنے والوں' منصوبہ بنانے والوں' کارروائی کرنے والوں اور قوم کے سامنے کھول کر رکھ دیں۔ تاکہ جب توقعات کے برخلاف واقعات' جن کا نہ منصوبے میں ذکر ہو نہ ان کے لیے تیاری' پیش آنے لگیں' اور جب نتائج پہلے سے قائم کیے ہوئے اندازوں اور منصوبوں سے مختلف نکلیں تو ہم ان کے لیے تیار ہوں۔

فوجی آپریشن کا منصوبہ اپنی جگہ خامیوں سے پاک ہو' اور دوسرے ایسے عوامل بھی موجود نہ ہوں جو اس کو ناکام بنانے والے ہوں' جب بھی ایک وسیع علاقہ میں پھیلی ہوئی بہت بڑی عام آبادی میں' وہ دیہاتوں اور جنگلوں میں رہتی ہو یا شہروں میں' فوجی کارروائی کے ذریعہ حالات کو کنٹرول کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کامیابی کا کوئی امکان اگر ہو سکتا ہے تو صرف لاشوں کے ڈھیر اور کھنڈرات کے اوپر۔ یہ قیمت فاتحین تو ادا کر سکتے ہیں' اپنے ملک کی فوج نہیں' جو اپنی قوم کا حصہ ہی نہیں' اس کے سامنے جواب دہ ہی نہیں' بلکہ بین الاقوامی رائے عامہ کے سامنے بھی جواب دہ ہو۔ مشرقی پاکستان' آئرلینڈ' سری لنکا' مشرقی پنجاب' کشمیر' فلسطین' لبنان' افغانستان' ایک نہیں بے شمار مثالیں سامنے موجود ہیں۔ ان سے صرفِ نظر کرنا دانشمندی نہ ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات صحیح ہے کہ ہر مقام بالکل سندھ کے مماثل نہیں' لیکن مماثل عوامل کی کمی بھی نہیں۔ اس بات میں بھی وزن ہے کہ ان سارے مقامات پر فوج بمقابلہ آبادی ہے' سندھ میں فوج بمقابلہ ڈاکو اور مجرم ہو گی۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ان سارے مقامات پر ساری عام آبادی فوج کے خلاف کھڑی ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر قلیل گروہ ہیں' لیکن عام آبادی ان کی پشت پناہی کرتی ہے جن کے خلاف فوج کارروائی کرتی ہے' یا کم سے کم فوج کے ساتھ تعاون نہیں کرتی۔ اس لیے کہ عام لوگوں کی نظر میں یا تو وہ موردِ الزام نہیں' یا اگر ہیں تو کارروائی کرنے والے زیادہ موردِ الزام ہیں' یا وہ ان کی محرومیوں اور ان کے خلاف بے انصافیوں کے ذمہ دار ہیں' یا ان کی فوجی کارروائی جانبداری اور ظلم پر مبنی ہے۔ ان میں سے کون سا احساس ہے جو آج سندھ میں موجود نہیں ہے؟ اگر آج چھوٹے سے بیج کی صورت میں ہے تو کیا وہ کل ایک تن آور درخت نہیں بن سکتا؟ کیا آج کے مجرم جن سے لوگ تنگ ہیں' اچانک کل کے ہیرو بن جائیں تو یہ کوئی انوکھی بات ہو گی؟ اگر تلہ کیس بالکل بے بنیاد تو نہ تھا' لیکن گواہ منحرف ہو گئے' مجیب الرحمٰن ہیرو بن گیا' جسٹس رحمٰن کو فرار ہو کر جان بچانا پڑی۔

جہاں آبادی کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش ہی نہ کی گئی ہو' شمہ برابر اہمیت ہی نہ دی گئی ہو' وہاں وہ تعاون کیوں کرے گی؟ اس مفروضہ سے تو کام نہ چلے گا کہ لوگ ڈاکوؤں سے تنگ ہیں۔ شہروں میں تو کارروائی کرنا' نقل و حرکت کرنا' مجرموں کو تلاش کرنا کتنا مشکل' کتنا خطرناک اور کتنی نفری اور قوت کا طالب ہے' یہ آپریشن کے منصوبہ ساز ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ ہر قسم کے سازو سامان سے لیس بڑی بڑی فوجیں اور فاتحین' شہروں کے دروازوں پر آکر بے بس ہو جاتے ہیں' اندر کچھ کرنا تو دور رہا۔ ایم کیو ایم کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کی سرکوبی نہ کی جائے گی تو آپریشن نہ غیر جانبدارانہ ہو گا' اور نہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گا۔ شہروں میں ایک بڑی اکثریت ایم کیو ایم سے وابستہ ہے جو کھلم کھلا اس آپریشن کی مخالف ہے۔ اس آبادی کو اگر عملی عدم تعاون یا مزاحمت کی راہ پر ڈال دیا گیا تو آپریشن کیسے کامیاب ہو گا؟ اور اگر بظاہر وقتی طور پر کچھ کارآمد ہوا بھی تو جو زخم جسدِ قومی پر لگیں گے ان کا مداوا کیا اور کیسے ہو گا؟

جنگلات اور دیہاتوں میں اور شہری علاقوں میں بھی اسی نوعیت کی مشکلات ہو سکتی ہیں' اور اسی پیمانہ کی۔ سندھی آبادی کا خاصا بڑا حصہ پیپلز پارٹی کا حامی ہے' جس کو ظلم و جبر سے دبانے اور کچلنے کی پالیسی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پڑھے لکھے نوجوانوں کی معقول تعداد جیے سندھ کی ہم نوا ہے۔ اسی فوج کی قوت کے بل پر جو' اب یہ آپریشن کر رہی ہے' یکے بعد دیگرے تین سندھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزیراعظم رخصت کیے جا چکے ہیں۔ کارروائی کرنے والی فوج میں خود سندھیوں کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیا یہ تصوّر کرنا مشکل ہے کہ لمبے عرصے کے تناظر میں یہ عوامل فوجی آپریشن کے خلاف کتنے حقیقی اور مؤثر ہتھیار ثابت ہو سکتے ہیں‘ اور چند معمولی غلطیوں کا فلیتہ کس طرح بارود کا زلزلہ خیز دھماکہ بن سکتا ہے؟

وسیع آبادیوں میں اس نوعیت کے فوجی آپریشن کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے کہ مجرم ممیز ہوں —— صرف حکمرانوں اور کمانڈروں کی نگاہ اور علم میں نہیں‘ بلکہ آبادی کے ذہن میں بھی —— اور آبادی‘ کارروائی کرنے والوں کے ساتھ عملی تعاون کرے‘ مجرموں کی نشان دہی کرے‘ ان کو پناہ نہ دے‘ ان کو پکڑوائے‘ ان کے خلاف کارروائی ہو تو ان کی حمایت میں آواز نہ اٹھائے؟ کیا اس وقت یہ صورتِ حال ہے‘ یا اس فضا کو پیدا کرنے کا سوچا گیا ہے‘ یا اس کے لیے کچھ کیا جا رہا ہے؟ اس کے دور دور آثار موجود نہیں ہیں۔

یہ بات تو ہم کہہ رہے ہیں‘ اس وقت کی جب کہ صرف عوامی عدم تعاون یا مزاحمت ہو‘ اس کے علاوہ اور کوئی دوسرے عوامل مزاحم نہ ہوں۔ بدقسمتی سے سندھ میں اور کئی طاقت ور عوامل ہیں جو اس آپریشن کو ناکام بنا سکتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر تو سول انتظامیہ ہے‘ جس سے ہماری مراد سیاسی حکومت‘ بیوروکریسی اور پولیس سب ہیں۔ فوجی کارروائی کا جواز اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جب سول انتظامیہ بگاڑ کا مقابلہ اپنی پوری قوت سے کر رہی ہو‘ اور عارضی طور پر اس کی کوششیں ناکافی ثابت ہو رہی ہوں۔ فسادی عناصر اس کے قابو میں نہ آ رہے ہوں۔ ایسے حالات میں فوج عارضی طور ہی پر آتی ہے‘ اتنی ہی قوت لاتی ہے جو ناگزیر ہو‘ اور کم سے کم مدت میں سول انتظامیہ کی طاقت بحال کرکے اور فسادی عناصر کی قوت توڑ کے واپس چلی جاتی ہے۔ اس طرح کی فوجی کارروائی کی تازہ ترین مثال لاس اینجلز میں نسلی فسادات پر قابو پانے کے سلسلے میں ہے۔

ہماری رائے میں سندھ کی سول انتظامیہ کی صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ امن وامان قائم رکھنے میں اس کی ناکامی کوئی عارضی واقعہ نہیں‘ وہ کئی برس سے مسلسل ناکام ہے۔ پھر یہ ناکامی صرف مجرموں اور ڈاکوؤں کو پکڑ نہ سکنے کی وجہ سے نہیں‘ بلکہ اس میں سیاسی عناصر کی مداخلت‘ رشوت اور بدعنوانی‘ پولیس فورس کی دقیانوسی تربیت‘ مزاج اور سازو سامان کو بھی دخل ہے۔ اس میں مارشل لا اور ایجنسیوں کی سرپرستی نے بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ فوجی کارروائی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجرموں کو پکڑا جا سکتا ہے' ان مواقع کا تدارک نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے بڑھ کر خطرناک بات یہ ہے کہ سول انتظامیہ خود امن و امان بگاڑنے میں شریک ہے۔ ڈاکوؤں کے سرپرست اور دہشت گرد وزیر بنے بیٹھے ہیں' انتظامیہ اور پولیس میں بھی ہیں۔ وہ مجرموں کو پالتے ہیں' ان کی پشت پناہی بھی کرتے ہیں' ان سے ڈاکے ڈلواتے ہیں' تاوان کی ادائیگی کی بات چیت بھی کراتے ہیں' زرِ تاوان کی ادائیگی بھی کراتے ہیں' اور اس لوٹ مار کے مال میں سے اپنا حصہ بھی وصول کرتے ہیں۔

یہ ہے وہ انتظامیہ جس کی مدد کے لیے فوج کو کارروائی کرنے کے لیے بلایا گیا ہے' اور عارضی طور پر ابتدا میں ۶ ماہ کے لیے بلایا گیا ہے۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا سول انتظامیہ خود اس فوج کے ساتھ تعاون کرے گی جسے' اس کی امداد کے لیے' اس سے ہی' اخباری اطلاعات کے مطابق "جبرا" بلوایا گیا ہے' اُس فوج کے ساتھ جس کے اداروں کے بارے میں وہ جانتی ہے کہ وہ بھی حالات کو بگاڑنے میں بے قصور نہیں ہیں ؟ ہماری رائے میں اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس نوعیت کی فوجی کارروائی کے لیے' جس کا مقصد کسی وقتی فساد پر قابو پانا نہیں' ضروری ہے کہ صحیح معلومات ہوں' صحیح افراد کی نشان دہی ہو' صحیح ٹھکانوں تک پہنچا جائے' پہنچنے سے پہلے وہ باخبر نہ ہوں' گردو پیش کی آبادی کو پریشان کیے بغیر صرف مجرموں کو گرفت میں لیا جائے' اور ان کو جلد از جلد سزا دے دی جائے۔ ان کاموں کے لیے فوج کو بڑی حد تک سول انتظامیہ پر انحصار کرنا پڑے گا۔ فوج کو وہ معلومات نہیں ہو سکتیں جو رات دن سول انتظامیہ چلانے والوں کے پاس ہو سکتی ہیں' اس سے قطع نظر کہ خود ان کی معلومات کس حد تک مکمل اور صحیح ہوں گی۔ سابق مشرقی پاکستان کے ایک ڈپٹی مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے الفاظ میں : مارشل لا ہم لگاتے ہیں' مگر جلد ہی ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم بیوروکریسی کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتے اور وہ ہمارے سارے عزائم خاک میں ملا دیتی ہے۔ کیا انتظامیہ فوجی آپریشن کرنے والوں کو صحیح ٹھکانوں تک پہنچ کر صحیح افراد کی سرکوبی کرنے میں مدد دے گی؟

ہمیں خدشہ ہے کہ تعاون کے بجائے دونوں اداروں کے درمیان رقیبانہ اور حریفانہ آویزش پیدا ہو سکتی ہے۔ لاہور میں گلبرگ تھانہ میں ایک معمولی تنازع پر دونوں ادارے باہم دست بگریباں ہو گئے۔ سندھ میں تو بہت کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ وہاں ایسا کیوں نہ ہوگا؟ اگر بات عدم تعاون تک رہے تو فوجی کارروائی سخت مشکل سے دو چار ہو جائے گی۔ لیکن اگر کہیں معاملہ سول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انتظامیہ کی طرف سے عمداً فوجی آپریشن کے سبوتاژ تک پہنچ گیا' تو اس آپریشن کی کامیابی ممکن نہ رہے گی۔ اگر کارروائی کرنے والے خود غلطیاں نہ بھی کریں' تو بھی ان سے ایسی غلطیاں کرائی جا سکتی ہیں جو فوج کو زبردست نقصان پہنچائیں۔

ہر فوجی کارروائی کے بعد مقامی طور پر حالات کو سنبھالنا (یا بگاڑنا) سول انتظامیہ کا کام ہوگا۔ جب فوجی آپریشن ختم ہوگا' (۶ ماہ یا اس سے بھی زیادہ وقت میں)' اور مریض آپریشن سے صحیح سلامت بچ نکلا' تو پھر تو پورے صوبہ میں امن و امان کا انتظام اسی سول انتظامیہ کے پاس آئے گا جو اس بگاڑ کی ذمہ داری میں شریک ہے۔ اگر ڈاکوؤں اور مجرموں کے استیصال کے بعد' (اگر وہ ہو سکا)' مابعد آپریشن خبر گیری انہی کے ان شرکاء اور سرپرستوں کے سپرد کی جائے گی جو سول انتظامیہ میں شریک ہیں' تو مریض کا کیا بنے گا؟ یہ تصور کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔

پھر اگر آپریشن کا وقت طُول پکڑتا گیا' (۶ ماہ کی توسیع کی بات تو ابھی ہو رہی ہے)' یا آپریشن کے بعد خبر گیری کا کام بھی فوج نے سنبھالنا ضروری سمجھا' (جو ایک منطقی نتیجہ سا محسوس ہوتا ہے)' تو نہ صرف فوجی انتظامیہ ان تمام خرابیوں میں ملوّث ہو جائے گی جن میں سول انتظامیہ ملوث ہے' بلکہ مارشل لائی نظام کے وہ تمام مفاسد جنم لیں گے جن کا مشاہدہ اس ملک میں ہم بار بار کر چکے ہیں اور جو سندھ میں امن و امان کی خرابی سے بھی بدتر صورت حال پیدا کر دیں گے۔

ہم یہاں ان دو خارجی عوامل کا صرف ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو اس فوجی آپریشن کی ناکامی' سندھ میں حالات کی ابتری' پاکستان کے عدم استحکام اور تقسیم سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ایک ہندوستان' جو ہمارے حکمرانوں کے اعلانات کے مطابق اب بھی موجودہ صورت حال کا ذمہ دار ہے' اور جو آپریشن کے شروع ہونے کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال میں' کسی وقت بھی کہیں بھی' اور کسی نوعیت کی بھی مداخلت کر سکتا ہے۔

دوسرے نیو ورلڈ آرڈر۔ پاکستان جیسے مسلم ملک میں بدامنی' ابتری' انتشار پھیلانا' اس میں عدم استحکام پیدا کرنا' اور اس کو مزید چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرنا' اس نیو ورلڈ آرڈر کے نمایاں اہداف میں سے ہے۔

فوجی آپریشن کے منصوبے اور تنفیذ ہی میں اگر خامیاں موجود ہوں تو عام آبادی اور سول انتظامیہ کی طرف سے عدم تعاون' مزاحمت' یا سبوتاژ اور خارجی عوامل کی مداخلت کے لیے بڑا زرخیز میدان پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے سب سے پہلے تو اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصوبے میں خامیاں نہ ہوں' اور جو خامیاں سامنے آئیں یا غلطیاں سرزد ہوں' ان کا بروقت اور مؤثر تدارک کیا جائے۔ بعض چیزیں جو بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں' آپریشن سے پہلے ہی یا شروع ہوتے ہی سامنے آگئی ہیں' یہ آپریشن کے تصور اور طریق کار اور ملک کے سیاسی اور فوجی نظام میں مضمر ہیں۔ اس لیے ان کا وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اندازہ کرلینا کچھ مشکل بھی نہ تھا۔ ہم ان کی نشان دہی کرنا اور اس ضمن میں بعض اہم سوالات اٹھانا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ پاکستان میں دستور و قانون کی حکومت ہے۔ فوجی آپریشن بھی' جب تک مارشل لا نہ ہو' اسی دستور و قانون کے دائرہ میں ہوگا۔ اس آپریشن کی دستوری و قانونی حیثیت کیا ہے؟ اس بارہ میں جتنی تضاد بیانی اور ژولیدہ فکری کا مظاہرہ ہوا ہے وہ اس سنگین شبہ کو جنم دیتا ہے کہ اتنے بڑے آپریشن کے بارے میں کوئی منظم غور و فکر نہیں ہوا ہے' نہ اس کے اہداف و حدود اور ضروریات کا تعین ہوا ہے' نہ کوئی مکمل منصوبہ تیار ہوا ہے۔ اگر ہوا ہے تو اس کی ہوا نہیں لگنے دی جارہی ہے۔ وزیر داخلہ ایک ایسی دفعہ کا حوالہ دیتے ہیں جس کے تحت کارروائی ہونا ممکن نہیں' وزیراعظم کچھ اور فرماتے ہیں' اور دیگر مراکزِ اختیار کچھ اور۔ اب یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ضرورت پیش آئی تو دفعہ ۲۴۵ بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک ایسی دفعہ ہے' جس کے تحت بنیادی حقوق بھی معطل ہو سکتے ہیں' اور عدالتوں کا اختیار بھی۔ کیا نقشۂ کار اور متوقع ضروریات ابھی واضح نہیں ہیں کہ اتنے اہم اقدام کا فیصلہ کیا جاسکے؟ یا اقساط میں وہی کچھ کرنا طے ہے جو بے نظیر حکومت اور فوج کے درمیان مابہ النزاع تھا؟

۲۔ فوجی آپریشن کی کامیابی کے لیے ایک شرط جس پر سب نے زور دیا ہے' اور صحیح دیا ہے' وہ مکمل غیر جانبداری ہے۔ کسی نے یوں کہا ہے کہ صرف دیہی علاقوں میں نہ ہو شہروں میں بھی ہو' کسی نے یوں کہ بلا رو رعایت ہو' کسی نے یوں کہ سیاسی اثرات و مفادات آڑے نہ آئیں' کسی نے یوں کہ سیاسی مقاصد حاصل نہ کیے جائیں۔

اس شرط کے آپریشن کی کامیابی کے لیے ناگزیر ہونے سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن اس کی پابندی جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

ایم کیو ایم کی صفوں میں قاتلوں' دہشت گردوں اور مجرموں کے گھس آنے کا' ماسوائے ایم کیو ایم کے' سب کو اعتراف ہے۔ ایم کیو ایم وہ واحد سیاسی قوت ہے جو اس آپریشن پر سخت برہم ہے' اور سب سے زیادہ شور مچا رہی ہے۔ چیف آف اسٹاف کے الفاظ میں "جس کے دل میں چور ہوتا ہے وہ شور مچاتا ہے"۔ گویا ایم کیو ایم کے دل میں سب سے بڑا چور ہے۔ ہم بلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثبوت کسی پر الزام لگانے کو' اور بلا عدل کے تقاضے پورے کیے کسی کو گرفتار کرنے یا سزا دینے کو گناہِ کبیرہ سمجھتے ہیں' خواہ اس کا تعلق ایم کیو ایم سے ہو یا پیپلزپارٹی سے۔ اگر ایم کیو ایم کے خلاف جرم ثابت ہوتا ہے تو ان کے خلاف کارروائی ہونا چاہیے۔

لیکن جو اپنے دل میں سب سے بڑا چور رکھتے ہیں ان پر سندھ میں اس مصنوعی سول حکومت کے وجود کا انحصار ہے جس کو جناب صدر' وزیر اعظم اور جام صادق ہر قسم کے جائز اور ناجائز طریقے استعمال کر کے بر سرِاقتدار لائے اور رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح' بالواسطہ' وہ مرکزی حکومت کی ضرورت بھی ہے۔ ان کو عوامی حمایت بھی حاصل ہے۔ کیا ایم کیو ایم سے تعلق رکھنے والے امن و امان خراب کرنے والے عناصر کے خلاف بلا رو رعایت کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے؟ اگر ہاں' تو کیا یہ بھی طے کر لیا گیا ہے کہ جو بھی سیاسی قیمت ادا کرنا پڑے اس کے باوجود یہ کارروائی کی جائے گی؟ صوبائی حکومت ٹوٹ سکتی ہے' مرکزی حکومت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے' کراچی میں مزاحمت ہو سکتی ہے' امن و امان کو مزید خراب کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس کا بھی امکان ہے کہ ایم کیو ایم کا شور واویلا' گیدڑ بھبکیاں ثابت ہوں' لیکن آپریشن اس مفروضہ پر تو نہیں کیا جا سکتا۔

کراچی میں ایم کیو ایم کے طالب علم لیڈر شہود الحق کی گرفتاری' اس پر مرکزی حکومت میں ایم کیو ایم کے وزرا کا نیشنل اسمبلی سے واک آؤٹ' اور پھر اس کی رہائی' اس پورے عمل سے فوجی آپریشن کی ساکھ کو بڑا دھچکا لگا ہے۔ اگر شہود الحق کے خلاف ثبوت موجود نہ تھا تو اس کو گرفتار رکھے رکھنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ لیکن پھر اس کو گرفتار بھی نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ اگر مضبوط شواہد کے بغیر گرفتار کیا گیا تو یہ غلط تھا' اور اگر ایم کیو ایم کے احتجاج کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا تو یہ بھی غلط ہوا۔

ایم کیو ایم کی طرح دیگر بااثر عناصر بھی ہیں جو سندھ اور مرکز کی حکومتوں میں شریک ہیں' اور جو جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کرتے رہے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی یہی سوال' جواب کے محتاج ہیں۔

۳۔ آپریشن کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ صرف وہ پکڑے جائیں جو واقعی مجرم ہیں' اور صرف وہ ٹھکانے تباہ کیے جائیں جو جرائم کے اڈے ہیں۔ اس مقصد کے لیے صحیح معلومات ضروری ہیں۔ عموماً سول انتظامیہ بھی ایسی معلومات پوری طرح نہیں رکھتی' اگرچہ سندھ میں اس کے پاس کافی معلومات ہونا چاہئیں' اس لیے کہ وہ خود شریکِ جرائم ہے' اور ناوان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لین دین کرانی رہی ہے۔ لیکن اس کا امکان کم ہے کہ سندھ انتظامیہ یہ معلومات فوج کو فراہم کرے اور خود فوج کے پاس ان معلومات کا ہونا ممکن نہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ ٹنڈو بہاول میں ۹ بے گناہ افراد کے مار دینے کا واقعہ کسی فوجی یا سول افسر کے ذاتی مفادات کی وجہ سے ہوا' یا عملاً آپریشن کو سبوتاژ کرنے کے لیے' یا غلط معلومات کی وجہ سے۔ لیکن اگر غلط معلومات کی وجہ سے ہوا' تو ابھی ایسے کئی واقعات کے ہونے کا پورا پورا امکان ہے۔ اور اگر دیگر وجوہات سے ہوا' تو بھی مزید ایسے واقعات ہونے کا امکان موجود ہے۔

چیف آف آرمی اسٹاف کی طرف سے یہ اعلان کہ "ہم خوب جانتے ہیں کہ مجرم اور ڈاکو کون ہیں' اور وہی پکڑے جائیں گے" کچھ اتنے بے جا اعتماد اور یقین سے بھرپور تھا کہ اس کی صحت مشکوک محسوس ہو رہی تھی۔ اگر اپنی معلومات کے غلط ہونے کے امکانات کا پورا اندازہ نہ ہوا' تو اس نوعیت کی غلطیاں لازماً" ہوں گی۔

۴۔ اس نوعیت کی کارروائی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کم سے کم شور و غوغا ہو' جن کو پکڑنا ہے وہ آگاہ نہ ہونے پائیں' کارروائی سریع رفتار کے ساتھ کم سے کم وقت میں مکمل ہو جائے۔ اس آپریشن کے معاملے میں اعلان سے اقدام تک اتنا وقت لگا ہے' اتنا شور مچایا گیا ہے' اور اتنے کنفیوژن کا اظہار کیا گیا ہے کہ مطلوبہ افراد کے لیے اپنے بچاؤ کے سارے سامان کر لینا کچھ مشکل نہیں رہا۔ پولیس پارٹی چھاپہ مارنے پہنچ بھی جائے' چند گھنٹوں کا نوٹس مل جائے تو مجرم افراد بآسانی خود کو بچا لیتے ہیں۔ کسی دیہات یا شہری محلے میں کسی ایک فرد کو روپوش کر لینا کیا مشکل ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اب مطلوبہ افراد مشکل سے ہی ہاتھ آئیں گے۔ ڈھاکہ میں جنرل یحییٰ کی روانگی (جو مذاکرات کے ختم ہو جانے کا سگنل تھا) اور آپریشن کے درمیان مشکل سے ۶ گھنٹے کا وقفہ ہوا۔ لاشیں تو بہت ڈھیر ہو گئیں' بے گھر بھی بہت لوگ ہو گئے' محلے کے محلے نذر آتش کر دیے گئے' لیکن کوئی لیڈر ہاتھ نہ لگا' نہ کوئی سرگرم کارکن پکڑا گیا۔

۵۔ کارروائی کرنے والوں سے غلطیاں کم سے کم ہونا چاہئیں' لیکن کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوں گی۔ شہود الحق کی رہائی' جامشورو میں ۹ بیگناہوں کا قتل' حراست میں تین افراد کی ہلاکت ـــــ آغاز کچھ خوش آئند نہیں ہوا ہے۔ ان غلطیاں کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ یہ بڑا بنیادی سوال ہے۔ مشرقی پاکستان اور بلوچستان میں جو کچھ ہوا' اس کا تصور بھی لرزہ خیز ہے۔ لیکن کسی ایک مجرم کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ آن بان اور مورال' اخلاقی اور قانونی تقاضوں پر حاوی رہے۔ کیا یہی کچھ سندھ میں ہو گا؟ حادثہ' جامشورو کے بعد اعلیٰ کمان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبدیلیاں اور ملزم کے خلاف کارروائی کا آغاز' اپنی نوعیت کے پہلے واقعات ہیں' اور خوش آئند ہیں۔ جرم شہری کرے' فوجی کرے' سول افسر کرے' ڈاکو کرے' اسلام کے قانونِ عدل کے تحت ان کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں برتا جا سکتا' نہ برتا جانا چاہیے۔ ہم اینگلو سیکسن لا کے نہیں' ان شاندار روایات کے امین ہیں جن کے تحت بادشاہ بھی قاضی کے سامنے حاضر ہو جایا کرتے تھے' شاہی خاندان سے بھی قصاص لیا جاتا تھا' گورنروں کو بھی مدعی سے برسرعام کوڑے لگوا دیے جاتے تھے۔ ان روایات سے جو آن بنتی ہے' جو مورال بنتا ہے' وہ عزت برقرار رکھنے کے لیے مجرموں کی پردہ پوشی سے نہیں بنتا۔

۶۔ کیا یہ بات بھی سوچ لی گئی ہے کہ اس نوعیت کے آپریشن کو شروع کرنا بہت آسان ہے' روکنا اور ختم کرنا بہت مشکل؟ کیا یہ اندازہ لگا لیا گیا ہے کہ کیا کرنا ہے' کتنی قوت درکار ہوگی' کتنا وقت لگے گا' کیا مزاحمتیں متوقع ہیں' کیا غیر متوقع مزاحمتیں پیش آسکتی ہیں' حالات کہاں اور کس طرح قابو سے باہر ہو سکتے ہیں' دائرہ کار توقع سے کہیں زیادہ وسیع' اور مدت کہیں زیادہ طویل ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں' تو آپریشن کا آغاز کرنا ایک ایسی دلدل میں اترنے کے مترادف ہوگا جس سے نکلنا مشکل ہو جائے' اور مزید دھنستے چلا جانا زیادہ قرین قیاس۔

ہم توقع رکھتے ہیں کہ صدر' وزیراعظم' چیف آف آرمی اسٹاف اور دیگر ذمہ دار وزرا اور افسروں نے درج بالا سوالات' خطرات' خدشات اور امکانات پر ضرور غور کر لیا ہوگا' اور ہم سے بہتر انداز میں کر لیا ہوگا' اور ان سب کی گنجائش اور مداوا ان کے منصوبے میں ہی ضرور موجود ہوگا۔ بلکہ انھوں نے ایسے پہلو بھی سوچ لیے ہوں گے' اور ان کی گنجائش بھی اپنے منصوبے میں رکھی ہوگی' جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوں اور جن سے وہ' زمام کار ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے' ہم سے زیادہ واقف ہیں۔

لیکن ہم یہ بات کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ اب تک کے بیانات اور اقدامات ہماری توقعات کی تائید نہیں کرتے۔ اس صورت حال کی طرف ہم اوپر اشارے کرتے چلے آئے ہیں۔

اگر ہمارے خدشات صحیح ہیں کہ یہ آپریشن مسائل کو حل نہیں کر سکے گا اور ان تمام پہلوؤں سے نپٹنے کے لیے تیار نہیں' تو ہمیں ڈر ہے کہ اس کے نتیجے میں سندھی اور مہاجر دونوں ہی بہت دور چلے جائیں گے' پاکستان کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے' اور فوج کا وقار' عزت'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

، اور اس کے لیے محبت مجروح ہو سکتی ہے' جو فی نفسہ ملک کا عظیم الشان سرمایہ ہے۔

آخری لیکن سب سے زیادہ سنگین اور نازک سوال تو یہ ہے کہ اگر فوجی آپریشن اپنے اہداف کے حصول میں' ایک معقول مدت میں' بغیر کسی سنگین تر مسئلے کو جنم دیے' کامیاب بھی ہو جائے' تب بھی یہ اس مسئلے کا حل نہیں ہوگا جس میں نہ صرف سندھ گرفتار ہے' بلکہ پورا پاکستان گرفتار ہے۔ یہ مسئلہ ایک جامع حل کا متقاضی ہے۔ یہ حل فوج فراہم نہیں کر سکتی۔ بدقسمتی سے موجودہ حکمران بھی اس استعداد و اہلیت سے عاری نظر آرہے ہیں جو یہ حل فراہم کر سکے۔ تو پھر صرف تنہا فوجی آپریشن کی کامیابی سے کیا حاصل ہوگا؟

صرف حکومت ہی نہیں ' ملک کی تمام سیاسی اور دینی قیادت کو اس سوال پر فوری توجہ دینی چاہیے ' اور محض اپنے گروہوں کے مفاد کے لیے نہیں' اس عظیم ملک کے تحفظ اور بقا کے لیے جسے برصغیر کے مسلمانوں نے بڑی تمناؤں اور بڑی قربانیوں سے حاصل کیا ہے ' اور جو آج تاریخ کی گرانقدر امانت کے طور پر ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ آزمائش کی اس نازک گھڑی میں قوم اور اس کی قیادت کی صحیح رہنمائی فرمائے اور غیب سے ایسا سامان کردے کہ آشیانہ نہ صرف قائم رہے بلکہ اس کے در و دیوار ادر بھی روشن ہوں' اور اسلامی نظام کے قیام کی صبح اس کے اُفق پر پورے جمال کے ساتھ طلوع ہو سکے۔

© rasailojaraid.com